OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOIU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

# ریاست مدینہ کے کے فلاحی تصورات اور اسلامی جمہوریہ پاکستان: اطلاقی جائزہ

Welfare Concepts of Madina State and Islamic Republic of Pakistan : Applied review

ڈاکٹر ثناءاللہ حسین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف قرآن اینڈ تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

سعیدالحق جدون

لیکچرر شعبہ اسلامی و مذہبی مطالعات، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

## Abstract

The welfare of Humanity is the basic concept of Islam; therefore, The Prophet (SAW) described the golden principles for welfare of humanity in the whole institutions of the state and used it in the welfare stae of Madina, which is unique example for the all states of the world. Prophet (SAW) allotted plats to the poor people and established educational instutitions and gave free education.He controlled the high prices. He established..... and owned the merit policy in Madina state.He made peace and owned simplicity in the Madina society. He also established the system of Zakat and taxation and built mosques.he governed best economic policy, and interst was forbidden. He manage for women education. These were important points wich were made and utilized by prophet(SAW) in the state of madina. Pakistan is an Islmic State and currently government is making its efforts to follow the principles of madina state. In this paper consept of welfare state of Madina is discussed and its degree of applieation in islamic Republic of Pakistan is carried out.

## تعارف

انسانیت کی فلاح و بہبود اسلام کا بنیادی تصور ہے، ریاست مدینہ میں فلاحِ انسانیت کے لئے نبی کریم ﷺ کی مساعی جمیلہ اس قدر زیادہ اور اس قدر بامعنی ہیں، جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخِ عالم قاصر رہا ہے، آپ ﷺ کی فلاحی تصور نے یثرب کے بکھرے حالات کو مدینہ منورہ کے اسلامی فلاحی ریاست میں منتقل کر دیا، جہاں تمام ادارے انسانیت کی فلاح و بہبود میں ہمہ تن مصروف عمل رہتے تھے، مدینہ منورہ کی فلاحی ریاست اور اس کے ہر ادارے کا نظم و نسق موجودہ حکومتوں کے لئے مشعل راہ ہے، چاہے وہ تعلیم ہو یا صحت، دفاع ہو یا قانون، داخلہ پالیسی ہو یا خارجہ، ہر موڑ پر مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست ایک قابل تقلید نمونہ ہے، ڈاکٹر حمید اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(مدینہ منورہ کی ریاست میں) ہر چیز کا نظم ونسق آپ ﷺ نے قائم کر دیا اور ایسا نظم ونسق چھوڑا کہ وہ آپ کے بعد صدیوں تک چلتا رہا اور نسلِ آدم آنحضرت ﷺ کے نظام جہاں بانی سے فائدہ اٹھاتی چلی آرہی ہے۔[1]

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں عوام اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جو سنہرے اقدامات کئے، عصر حاضر میں اس کی اہمیت اور عصری معنویت ایک مسلم حقیقت ہے، جس سے اسلام کی عالمگیریت اور نبی کریم ﷺ کی سیاسی حکمتِ عملی کا اندازہ لگتا ہے، آج کے جدید دور میں حکمران ایک فلاحی ریاست کے لئے جن عناصر کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ تصور نبی کریم ﷺ نے آج سے صدیوں سال پہلے نہ صرف قولاً بیان فرمایا، بلکہ مدینہ منورہ کی اسلامی وفلاحی ریاست میں اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ ریاست مدینہ کے فلاحی تصورات کی تفصیل اس قدر زیادہ ہے کہ اگر ان تصورات پر لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوگی، جس کا یہ مختصر مقالہ متقاضی نہیں ہے، اس لئے اس مقالے میں ریاستِ مدینہ کے ان فلاحی تصورات میں چند اُن بنیادی تصورات پر فقہ السیرہ کے تناظر میں کلام کیا جائے گا، جس سے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کی موجودہ حکومت کے اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل کے حوالے سے مختلف پالیسیوں کا اطلاقی جائزہ لیتے ہوئے اس کی تائید، تردید یا تجویز مقصود ہو۔ اس حوالے سے ریاست مدینہ کے فلاحی تصورات حسبِ ذیل ہیں:

**1۔ ریاست میں نادار لوگوں کے لئے ہاؤسنگ سکیم اور پلاٹ الاٹ منٹ**

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے ان لوگوں کے لئے مکانات بنائے، جن کے مکانات نہ تھے، بالخصوص وہ مہاجرین جو اپنا گھر بار چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے تھے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بے گھر لوگوں کو گھر فراہم کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے، چنانچہ مختلف سیرت نگاروں نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

وكانت أول قضية تواجه الإدارة النبوية هي قضية استيعاب المهاجرين الجدد في مجتمع المدينة، فخط النبي صلّى الله عليه وسلم الدور للمهاجرين[2] «فخط لبني زهرة في ناحية المسجد، وجعل للزبير بن العوام بقيعا واسعا، وجعل لطلحة موضع داره، ولال أبي بكر موضع دارهم، وخط لعثمان موضع داره كذلك» [3] فحدد لهم الأماكن التي يبنون عليها[4]

ترجمہ: "نبوی حکومت جس اول فیصلے کے لئے متوجہ ہوئی، وہ نئے آنے والے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں قیام پذیری کا فیصلہ تھا، نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کے لئے مکانات کا نقشہ کھینچ لیا، بنوزہرہ کے لئے مسجد کی ایک جانب جگہ مقرر فرمائی، جب کہ حضرت زبیر ابن العوامؓ کے لئے زمین کا ایک وسیع ٹکڑا دے دیا، حضرت طلحہؓ کے لئے اس کے مکان کا جگہ متعین کیا اور حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کے لئے ان کے مکانات

کے لئے جگہوں کا انتخاب کیا، اس طرح حضرت عثمانؓ کے لئے بھی گھر کا احاطہ متعین کیا۔ چنانچہ ان جگہوں میں ان حضرات نے اپنے لئے گھر تعمیر کئے۔

عہدِ حاضر میں اس بات کی ضرورت اور اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے، کہ جو لوگ بے گھر ہیں، ریاست ان کو گھر فراہم کرے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو بھی حکمران آیا ہے، اس نے اس طرف قابل ذکر توجہ نہیں دی ہے، جس کی وجہ سے غریب لوگوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے، جھاڑے میں سردی کے وجہ سے اور موسمِ گرما میں دھوپ کی شدت کی وجہ سے زندگی گزارنا ان کے لئے اجیرن بن جاتی ہے۔ غیر مسلم ممالک میں کسی حد تک اس کا لحاظ رکھا گیا ہے لیکن مسلم ممالک میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے پاکستان سمیت اسلامی ممالک میں حکمرانوں کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے، کہ جو لوگ زیادہ نادار ہیں ان کو ہاوسنگ سکیم میں شامل کرکے تیار مکانات دیئے جائیں اور جو لوگ گھر آباد کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں ان کو صرف پلاٹ الاٹ کرنا بھی کافی ہوگا۔

### 2۔ لاوارث بچوں کی تعلیم اور رہائش کا اہتمام

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں نبی کریم ﷺ نہ صرف یہ کہ شادی شدہ لوگوں کو مکانات فراہم کئے بلکہ اس کے علاوہ جو صحابہ کرامؓ غیر شادی شدہ تھے، اور ان کے گھر نہ تھے، تو نبی کریم ﷺ ان کے لئے صفہ بنایا، جہاں وہ تعلیم بھی حاصل کرتے تھے، اور صفہ کی بلڈنگ بطور ہاسٹل بھی استعمال کرتے تھے، معروف سیرت نگار ابن سعد لکھتے ہیں:

وتذكر المصادر أن هناك قوما لم يجدوا أماكن ينزلون فيها فأنزلهم النبي مؤخرة المسجد (الصفة) فسمّوا أصحاب الصفة [5]

ترجمہ: ""مصادر سے یہ پتہ لگتا ہے کہ وہاں ایک ایسی قوم تھی جن کے رہنے کے لئے مکانات نہیں تھے، تو نبی کریم ﷺ نے انھیں مسجد کے ساتھ صفہ میں بسایا، اس وجہ سے انھیں اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ غیر شادی شدہ تھے، چاہے وہ چھوٹے تھے یا بڑے، سب صفہ میں رہتے تھے، اور وہاں سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس تصور کے تناظر میں آج بھی فلاحی ریاست میں ان بچوں کی تعلیم کے لئے بندوبست کرنا چاہئے جو ہوٹلوں اور کارخانوں میں دربدر ٹوکریں کھاتے ہیں۔ اس طرح جو بچے "سٹریٹ چلڈرن" کی شکل میں گلی کوچوں میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان کا کوئی گھر نہ ہو تو ریاست مدینہ کے تناظر میں ان کے لئے رہائش اور تعلیم کا بندوبست کرنا چاہئے۔ تعلیمی اداروں میں تعلیم کے ساتھ ان بچوں کے لئے ہاسٹل کا بھی اہتمام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے، تاکہ یہی بچے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ امن اور سہولت کی زندگی گزار سکیں۔ پاکستان میں لاوارث بچوں بالخصوص سٹریٹ چلڈرن کی تعلیم کے لئے کوئی خاص بندوبست نہیں، سوئیس ہومز میں جس طرح یتیم بچوں کی کفالت کی جاتی ہے اس طرح سٹریٹ چلڈرن کے لئے بھی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

## 3۔مفت تعلیم کی فراہمی

نبی کریم ﷺ نے جب اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا تو سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ صفہ جیسا تعلیمی ادارہ بنایا، جہاں پر وہ صحابہ کرامؓ کل وقتی تعلیم حاصل کرتے تھے جن کے گھر نہ تھے، جب کہ بعض صحابہ کرامؓ یہاں جز وقتی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔[6] اس سے اسلامی ریاست کا یہ تصور معلوم ہوتا ہے کہ ریاست میں سب زیادہ اہمیت تعلیم کو دی جائے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ریاست کے قیام کے بعد مسجد کے ساتھ صفہ کے تعلیمی ادارے کا قیام عمل میں لایا، اور وہاں سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع فرمایا، اس لئے اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے گھر پر تعلیم فراہم کرنے میں بھرپور کردار ادا کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صفہ میں مفت تعلیم دلوائی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی اسلامی اور فلاحی ریاست میں تعلیم مفت ہوگی، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں یہ تصور بہت کم پایا جاتا ہے، آج تعلیم کے لئے اخراجات برداشت کرنا غریب آدمی کیا، متوسط لوگ بھی ادا کرنے سے قاصر ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بھاری فیسوں کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے اکثر ذہین اور قابل لوگ بھی تعلیم کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے اسلامی اور فلاحی ریاست کے حکمرانوں کو مفت تعلیم دینے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ سو فیصد تعلیمی معاشرہ وجود میں آجائے، اور غریب لوگوں کے قابل اور ذہین بچے بھی قومی خدمات میں آگے بڑھ سکیں۔

## 4۔مساجد میں معلمین کا تقرر اور ان کے لئے وظائف کا اہتمام

ریاست مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے مختلف مساجد میں معلمین کا تقرر فرمایا جن کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے، جس سے ایک طرف لوگوں کو اپنے گھروں میں دینی تعلیم اور قرآن کریم سیکھنے کے مواقع میسر آئے تو دوسری طرف ان معلمین کو ریاست کے لئے خدمات فراہم کرنے کے مواقع ملے، جیسا کہ سیرت نگار لکھتے ہیں:

> فقد قام النبي صلّى الله عليه وسلم بإعداد المعلمين إعداد يؤهلهم للقيام بهذه الوظيفة بجدارة واقتدار. كان من أوائل هؤلاء المعلمين «مصعب بن عمير»[٧] وتشير المصادر إلى وجود عدد من المعلمين في المدينة ، يعلمون الناس بأمر النبي صلّى الله عليه وسلم [٨] ومن الوظائف التي تتبع ولاية الصلاة (وظيفة المؤذن) ، وقام بذلك في عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلم عدة أشخاص،[٩] فكان بلال بن رباح يؤذن للنبي صلّى الله عليه وسلم في مسجد المدينة وفي الأسفار،[١٠] وأذن ابن أم مكتوم أذان الإمساك في رمضان،[١١] وأذن أبو محذورة أوس بن معير للرسول في المسجد الحرام بعد الفتح (٨ هـ)"[١٢]

"نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانے اقتدار میں ایسے اساتذہ تیار کئے جو اس ذمہ داری کو نبھا سکتے تھے، ان معلمین میں سب سے پہلے مصعب بن عمیرؓ تھے، مصادر سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مدینہ منورہ میں کئی معلمین تھے، جو لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے حکم پر پڑھاتے تھے، اس کے علاوہ موذن کی ذمہ داری ہے، تو نبی کریم ﷺ کے عہد میں مؤذن کی ذمہ داری پر کئی اشخاص مامور تھے، بلال بن رباحؓ مدینہ میں اور اسفار میں اذان دیتے تھے، ابن ام مکتومؓ رمضان میں فجر کی اذان دیتے تھے، اور ابو محذورہؓ فتح مکہ کے بعد مسجد حرام میں اذان دیتے تھے۔"

ان حقائق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ریاستِ مدینہ میں معلمین، مؤذنین اور ائمہ حضرات ریاست کے ملازم ہوا کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے، آج بھی اسلامی و فلاحی ریاست کا یہی تصور ہوگا کہ وہاں کے معلم، مؤذن اور امام کا تقرر حکومت کرے گی اور اس کو تنخواہ بھی سرکاری خزانے سے ملے گی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں ائمہ اور مؤذنین غربت اور مفلوک الحالی کی زندگی گزار رہے ہیں، پہلے تو اس کے تقرر میں کوئی خاص معیار نہیں ہوتا ہے، پھر ان کی معاشی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہوتی ہے۔ اسلامی و فلاحی ریاست میں جہاں ہر شہری کی فلاح اور کامیابی کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کی جائے گی تو امام اور مؤذن کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ سعودی عرب اور بعض دیگر اسلامی ممالک میں تو یہ سلسلہ عملاً جاری ہے، پاکستان میں اس حوالے سے بنیادی اقدامات کی گئی ہیں تاہم حکومت نے ائمہ کے لئے جو تنخواہ مقرر کرنے کا اعلان کیا ہے وہ بہت کم ہے اور عملی میدان میں وہ بھی نظر نہیں آتا ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔

### 5۔ مہنگائی کے روک تھام کے لئے منصوبہ بندی

اسلامی فلاحی ریاست کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مہنگائی نہیں ہوگی، نبی کریم ﷺ نے جو ریاست قائم فرمائی، اس میں کسی قسم کی مہنگائی نہیں تھی، مہنگائی کے روک تھام کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک مؤثر حکمت عملی اختیار فرمائی، آپ ﷺ بازار کے نرخوں کا جائزہ لیتے تھے اور جو تاجر بازار کے ریٹ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتا تھا، اس کو منع کرتے تھے، ایک دفعہ کچھ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے نرخوں کے بڑھانے کا مطالبہ کیا، لیکن آپ ﷺ نے انھیں اس سے منع فرمایا، علامہ سمہودی نے عہد نبوی ﷺ میں نرخوں کی بڑھتی ہوئی حالت کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا عمل بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے:

مر النبي صلّى الله عليه وسلم برجل يبيع طعاما في السوق بسعر أرفع من سعر السوق فقال : «تبيع في سوقنا بسعر هو أرفع من سعرنا؟!» قال : نعم يا رسول الله. قال : «صبرا واحتسابا؟»

قال : نعم يا رسول الله. قال : «أبشروا فإن الجالب إلى سوقنا كالمجاهد في سبيل الله، وإن المحتكر في سوقنا كالملحد في كتاب الله».[13]

نبی کریم ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اشائے خورد ونوش بازار کے نرخ سے زیادہ پر بیچ دیتے تھے، تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم ہمارے بازار میں ہمارے نرخ سے زیادہ پر بیچتے ہو؟ کہا: ہاں یارسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا: صبر اور ثواب کی نیت رکھتے ہو۔اس نے کہا: ہاں ،آپ ﷺ نے فرمایا: خوشخبری ہے بیشک جو شخص کسی کو ہمارے بازار کی طرف کھینچ لیتا ہے اس کا مرتبہ اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہو،اور ہمارے بازار میں ذخیرہ اندوزی کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ کی کتاب میں الحاد کرنے والا۔

نبی کریم ﷺ کے طرز عمل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی اور فلاحی ریاست میں نرخوں کے بڑھنے کے لئے سد باب کرنا فلاحی ریاست کا تصور ہے تاکہ مہنگائی کے بوجھ تلے لوگ دب نہ جائیں، ریاست مدینہ میں مہنگائی کے سد باب کے لئے نبی کریم ﷺ نے مؤثر حکمت عملی وضع کی، جس کی وجہ سے ریاست مدینہ کے باسیوں پر مہنگائی کا بوجھ نہیں آیا، آج پاکستان سمیت اسلامی ریاستوں میں مہنگائی کا ایک طوفان برپا ہے ہر چیز پر ٹیکس لگایا جاتا ہے، ہر چیز کی قیمت میں دن دگنی رات چوگنی اضافہ ہو رہا ہے، رعیت مہنگائی سے تنگ آئی ہے، اس لئے فلاحی ریاست کے تصور کو زندہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ریٹوں کو کنٹرول کیا جائے اور مہنگائی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے روک تھام اور سد باب کے لئے سیرت طیبہ کی روشنی میں مؤثر حکمت عملی وضع کی جائے۔

## 6۔میرٹ پالیسی پر عمل درآمد

ریاست مدینہ میں میرٹ پالیسی پر عمل درآمد کی جاتی تھی، نبی کریم ﷺ نے کسی بھی عہدے کی تفویض میں سفارش اور اقرباپروری کو ترجیح نہیں دی ہے، اور نہ ہی آپ ﷺ نے اس آدمی کو عہدہ دیا ہے جو خود مانگتا تھا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لاَ نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَه [14]

ہم کسی کو وہ ذمہ داری نہیں سونپتے ہیں جو اس کا خواہشمند ہو۔

نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست میں کسی قسم کی سفارش پر عہدہ نہیں دیا ہے، اگر کسی نے درخواست کی ہے اور وہ اس کا اہل نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو سمجھایا ہے، جیساکہ حضرت ابوذر غفاریؓ، نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیں کوئی عہدہ نہیں سونپتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر مار کر فرمایا:

«يا أبا ذر إنك ضعيف ، وإنها أمانة ، وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من أخذها بحقّها، وأدّى الذي عليه فيها»[۱۵]

(اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ (عہدہ) ایک امانت ہے، اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی ہوگی، مگر جس نے حق سے حاصل کیا (یعنی جس کا حق تھا اور میرٹ کی بنیاد پر اس نے وصول کیا) اور اس کا وہ حق ادا کیا جو اس پر تھا۔"

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عہدے کی تفویض میں کسی قسم کی سفارش کو ترجیح نہیں دی، بلکہ آپ ﷺ نے صاف وشفاف میرٹ کی پاسداری کرتے ہوئے عہدے تفویض کئے، جس میں بلال حبشیؓ جیسے غلام کو بھی ذمہ داری سونپ دی گئی اور عبداللہ ابن ام مکتومؓ جیسے معذور اور نابینا کو بھی اہم عہدے پر مامور کیا گیا۔ ریاست مدینہ میں کسی عہدے پر تقرر کے لئے نبی کریم ﷺ نے ایک پالیسی وضع فرمائی، اس پالیسی پر جو بھی پورا اترتا وہ عہدے کا اہل قرار دیا جاتا تھا، جس سے ریاست مدینہ کے میرٹ پالیسی کا اندازہ لگتا ہے۔ اس پالیسی کے بارے میں معاصر محقق محمد علی کرد لکھتے ہیں:

لقد كان الرسول صلّى الله عليه وسلم يتخير أمراءه من الصحابة الذين اشتهروا بالعلم والكفاية والكفاءة والجاه والسلطان ولديهم المقدرة على بعث الإيمان في قلوب من يرسلون إليهم،[۱۶] لأن مهمة هؤلاء لم تكن إدارية فقط، بل كانت مهمة دعوية تعليمية فهم يعلمون الناس الإسلام ويؤمونهم في الصلاة. لقد كان النبي صلّى الله عليه وسلم في اختياره لهؤلاء الأمراء يغلب اعتبارات الكفاءة على اعتبارات السن أو الغنى أو غير ذلك. [۱۷]

"رسول اللہ ﷺ ان حضرات صحابہ کرام میں سے امراء چنتے تھے جو علم، کفایت، حسب نسب، شہرت اور قدرت میں مشہور ہوتے تھے اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت اتار سکیں کیونکہ ان کا مقصد فقط عہدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کا اصل مقصد دینی تعلیمی دعوت ہوتا تھا، چنانچہ وہ لوگوں کو اسلام سکھاتے نمازوں کی امامت کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ امراء کے انتخاب میں حسب نسب کو عمر، مالداری اور اس طرح کی دیگر اشیاء پر فوقیت دیتے تھے۔"

فلاحی ریاست کے تصورات میں سے ایک یہ ہے کہ حکمران عہدوں کی تقسیم اقرباپروری کی بنیاد پر نہیں کرے بلکہ اس سلسلے میں میرٹ کو ترجیح دے گا، پاکستان میں اب بھی قرباپروری اور کرپشن کا بازار گرم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی اور فلاحی ریاست میں اپنے چچا حضرت عباسؓ کو عہدہ دینے سے انکار کیا، جس سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ اسلامی اور فلاحی

ریاست میں عہدوں کی تقسیم میں اقربا پروری کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ سے جب اپنے چچا عباسؓ نے عہدے کا مطالبہ کیا، تو آپ ﷺ نے اس سے انکار کرتے ہوئے ان کو اچھے انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

«یا عم رسول اللہ: سل اللہ العافیة في الدنیا والاخرة»[۱۸]

اے رسول (ﷺ) کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگ لیں۔

### 7۔ خود مختار احتساب بیورو کا قیام

ریاست مدینہ میں لوگوں کا احتساب کیا جاتا تھا، جس ریاست میں عوام کا خزانہ لوٹ لیا جاتا ہو وہاں فلاحی ریاست کیسے قائم ہوگی، اس لئے فلاحی ریاست کے قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے وزراء سے لے کر نچلی سطح تک عہدیداروں کا احتساب کیا جائے تاکہ حکومت کے خزانے میں کسی قسم کا کرپشن نہ ہو، نبی کریم ﷺ نے خود ریاستِ مدینہ کے عہدیداروں میں سے بعض کا احتساب کیا، چنانچہ جب ابن للتیہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور اس کے پاس قوم سے لئے گئے تحفے تحائف تھے تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یہ آپ کے لئے ہے اور یہ میرے لئے دیا گیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے غصہ ہو کر فرمایا:

ألا جلس في بيت أمه ، فينظر أيهدى إليه أم لا؟

"وہ (سرکاری عہدے اور سرکاری دفتر کے بجائے) اپنے گھر میں بیٹھ کر دیکھ لے کہ اس کو تحائف آتے ہیں یا نہیں۔ (یعنی اپنے گھر پر بیٹھ کر اس کو کون تحفہ دیتا ہے؟ یہ تحائف تو سرکاری عہدے پر بیٹھ کر بطور رشوت دیئے جاتے ہیں۔)"

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلاحی ریاست میں سرکاری عہدے پر جو لوگ ہیں وہ کسی سے تحائف نہیں لیں گے، حسبہ کا کام صرف یہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ تجارتی معاملات فراڈ، جھوٹ، ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی وغیرہ منکرات اور مختلف قسم کی برائیوں کا خاتمہ کرنا حسبہ کی ذمہ داری ہے۔ علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں:

وأما المعاملات المنكرة كالزنا والبيوع الفاسدة وما منع الشرع منه مع تراضي المتعاقدين به إذا كان متفقا على حظره فعلى والي الحسبة إنكاره والمنع منه والزجر عليه وأمره في التأديب مختلف لحسب الأحوال وشدة الحظر.[۱۹]

"ناجائز معاملات جیسے زنا اور بیوعِ فاسدہ اور وہ کام جن سے شریعت نے منع فرمایا ہے جن کی حرمت متفق علیہ ہے تو محتسب کی ذمہ داری ہے کہ ان کاموں سے لوگوں کو منع کریں، اور انہیں تنبیہ کرے، تنبیہ کرنے میں محتسب مختلف احوال اور اشیاء کی حرمت کی طرف دیکھتے ہوئے فیصلہ کرے۔"

خلاصہ کلام یہ کہ ریاست میں کسی قسم کی دغابازی اور خیانت وبد عنوانی کے روک تھام کے لئے مضبوط اور بااختیار احتساب بیورو ہوگی، جو رعیت کے مختلف معاملات کے ساتھ ساتھ خزانہ کے چیک بیلنس کرے گی،اور اس سلسلے میں کسی قسم کی زیادتی کانوٹس لے گی، آج المیہ یہ ہے کہ حکام نے سرکاری خزانے کو مالِ غنیمت سمجھ کر ہضم کرنا شروع کیا ہے، جس کی پوچھ گچھ ایک مشکل مرحلہ بن گیا ہے، پاکستان میں ذخیرہ اندوزی سمیت کئی اہم امور میں بڑے بڑے وزراء ملوث پائے گئے لیکن ان کے خلاف صرف کاغذی کاروائی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

**۸۔شاہ خرچیوں کے بجائے سادگی کا تصور**

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا ایک تصور یہ تھا، کہ حکمران سادہ زندگی گزارتے تھے،خود ریاست مدینہ کے حاکم رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے نہ کوئی دفتر بنایا اور نہ ہی کوئی پارلیمنٹ ہاوس یا پارلیمنٹ لاجز، بلکہ آپ ﷺ حکمران کی حیثیت سے تمام امور کو مسجد میں نمٹاتے تھے، جس سے نبی کریم ﷺ کی سادگی اور کفایت شعاری کا اندازہ لگتا ہے، رسول اللہ ﷺ مسجد کو تعلیمی ادارے، عدالت، پارلیمنٹ اور مہمان خانے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ جس کی تصریح کرتے ہوئے معاصر سیرت نگار لکھتے ہیں:

> ويلاحظ أن مسجد الرسول صلّى الله عليه وسلم كان مركزا إداريّا للدولة الفتية، [۲۰] ولا يخفى أن المسجد كان مكانا للشورى؛ [۲۱] وكان المسجد أيضا مكانا لفض المنازعات، ففيه يقضي النبي صلّى الله عليه وسلم بين المسلمين ، ومنه تنطلق الجيوش وتستقبل الوفود ، ومنه ينطلق الرسل إلى الملوك والرؤساء، [۲۲] وكان كذلك دار ندوة للجماعة الإسلامية تبحث فيها جميع شؤونها- [۲۳]
>
> "رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد ریاست کے تمام محکموں کا مرکز تھا،اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ مسجد شوریٰ کے لئے مکان (پارلیمنٹ) ہوا کرتا تھا۔اس طرح مسجد کو تنازعات کے فیصلوں کا مکان (عدالت ) بھی تھا، جہاں نبی کریم ﷺ مسلمانوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے،اس سے مختلف لشکر رخصت کئے جاتے تھے (آرمی ہاوس)،اور آنے والوں کی وفود کا استقبال کیا جاتا تھا (شاہی مہمان خانہ)۔اور یہاں سے بادشاہوں اور سرداروں کے پاس سفراء بھجوائے جاتے تھے، یہ ایک مکان (پارلیمنٹ ہاوس) تھا جہاں اسلامی جماعت اکٹھی ہوتی اور تمام محکموں کے بارے میں بات کی جاتی تھی۔"

وطن عزیز میں حکمران طبقے کے ایک ایک پروگرام پر بہت زیادہ خرچے ہوتے ہیں، ریاست مدینہ میں عوام کے پیسے اس طرح خرچ نہیں کئے جاتے تھے، جس طرح آج کے اسلامی ممالک کے حکمران لگاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھ کر فیصلے کرتے تھے اور آج مہنگے ہوٹلوں میں عوام کا پیسہ نہایت بے دردی سے خرچ کیا جارہا ہے۔ وہ ریاست کیسے اسلامی اور فلاحی ریاست ہوگی جہاں عوام کے پیسے پر حکمران عیاشی کرتے ہیں اور ان کا کوئی احتساب نہیں ہو سکتا ہے۔

**۹۔ ریاست میں امن وامان کا قیام**

امن وامان کسی بھی فلاحی ریاست کا بنیادی ہدف و ترجیح ہے، نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ میں امن و سلامتی کا جو شاندار مینار قائم کیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے جو نظام زندگی، قانون، اخلاق، تہذیب و تمدن اور دستور العمل پیش کیا، وہ پوری انسانیت میں امن وامان اور راحت واطمینان کا بے مثال نقشہ ہے۔ ریاست مدینہ کے قیام سے پہلے قتل وغارت گری، ظلم و بربریت اور چوری وڈاکہ زنی دن رات کا مشغلہ بن چکا تھا، آپ ﷺ نے اس معاشرے کو امن کا درس دیا اور لوگوں کو امن وامان کی بشارت دی کہ "ایک زمانہ آئے گا جب حیرہ سے ایک خاتون محمل نشین تنہا سفر کرے گی اور خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا"۔ اس روایت کے راوی عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ "کچھ زمانہ بعد میں نے خود ہودج میں بیٹھی ہوئی عورت کو دیکھ لیا جو حیرہ سے سفر کیلئے اکیلی نکلی اور (مکہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کیا اور اسے راستے میں اللہ کے سوا کسی (ڈاکو وغیرہ) کا خوف نہیں تھا۔" آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "ایک شخص اپنا ہاتھ (سونا، چاندی یا دیگر قیمتی اشیاء) سے بھر کر نکلے گا اور اس سے لینے والا نہیں ملے گا۔"[24]

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلاحی ریاست میں امن امان کا قیام ہوگا، ریاستی امن کے لئے نبی کریم ﷺ نے ہر موقع پر امن و سلامتی کا درس دیا، جس کا اندازہ کئی واقعاتِ سیرت سے لگایا جاسکتا ہے تاہم بطورِ مثال صرف صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ امن معاہدہ کیا، صلح نامہ حضرت علیؓ لکھ رہے تھے، آپ نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تسلیم کیا۔ مشرکین مکہ کے نمائندہ سہیل بن عمرو نے کہا: اگر ہم آپ کو پیغمبر تسلیم کرتے تو جھگڑا کیا تھا؟ حضرت علیؓ اس کے مٹانے کو تیار نہ تھے، آپ ﷺ نے "محمد رسول اللہ" کا لفظ خود مٹایا اور ابن عبد اللہ لکھ دیا۔[25] جس سے نبی کریم ﷺ کا امن کے قیام کے لئے کے صبر واستقامت کا اندازہ لگتا ہے۔ فقہ السیرہ کے تناظر میں اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ریاست میں دہشت گردی اور بدامنی کے روک تھام کے لئے نہایت تدبر اور حکمت عملی سے کام لینا چاہئے۔

اس طرح اس معاہدے کے شرائط میں ایک یہ تھا کہ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ آجائے تو واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا،[26] معاہدہ لکھا جارہا تھا کہ اس وقت ابو جندل بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقع پر سہیل نے کہا: محمد (ﷺ) صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے، ابو جندل کو شرائط کے مطابق مجھے واپس کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہوچکا ہے لیکن سہیل نے نہیں مانا مجبوراً آپ ﷺ کو تسلیم کرنا پڑا حالانکہ ابو جندل کو کافروں نے اس طرح مارا تھا کہ ان کے جسم پر نشان تھے۔ مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے اور کہا: برادران اسلام! کیا مجھ کو اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں اسلام لاچکا ہوں کیا مجھ کو پھر کافروں کے ہاتھ میں دیتے ہو؟ اس دوران مسلمان تڑپ اُٹھے لیکن معاہدے کے تحت

پیغمبر ﷺ نے مجبوراً ان کو کافروں کے حوالے کیا اور انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔[27] اس موقع پر آپ ﷺ کو دو راستوں (امن اور جنگ) میں سے کسی ایک راہ کو اختیار کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے سخت سے سخت شرائط قبول کر کے جنگ وجدال اور قتل وغارتگری کا راستہ چھوڑ کر امن کا راستہ اختیار کیا۔ اپنے ساتھی ابو جندل کو پابہ زنجیر دشمنوں کے حوالے کر کے اپنے دل کو تکلیف پہنچایا، صحابہ کرامؓ بھی حضرت ابو جندلؓ کی اس حالت پر بہت غم زدہ ہوئے۔ لیکن آپ ﷺ نے اس معاہدے کو نقصان پہنچانا گوارا نہ کیا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی بھی صورت میں امن و سلامتی کو مقدم رکھنا چاہئے، اور فلاحی ریاست میں جنگ و امن دونوں میں سے امن کو ترجیح دینے کی ضرورت ہوتی ہے، پاکستان نے عموماً امن کی راہ اختیار کی ہے۔ عام طور پر اگر پاکستان اور ہندوستان کا کوئی تنازعہ آجائے اور اس میں پاکستانی افواج کسی قسم کے امن و سلامتی کا راستہ اختیار کریں تو عوام اور بعض میڈیا کے اہل کار پاکستانی فوج پر لعن طعن کرتی ہے، اور اس قسم کی نرمی کو ایک مذموم عمل قرار دیتی ہیں حالانکہ حضرت ابو جندلؓ کے مذکورہ واقعہ سے اس بات کا اندازہ لگتا ہے کہ کسی بھی صورت میں جلدی بازی کے بجائے امن امان کے لئے راہ ہموار کرنا چاہئے، یہ ریاست مدینہ کا تصور ہے، اس کو عملاً اختیار کر کے آگے بڑھنا چاہئے، اس وقت کی جنگ تو اونٹ اور تلوار کی جنگ نہیں ہے یہ تو ایٹمی جنگ ہے، جس سے اگر ایک طرف کثیر تعداد میں لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں تو دوسری طرف باقی ماندہ لوگ اس ایٹمی دھماکوں کے زہریلی اثرات سے نیست و نابود ہوں گے، اس لئے اس وقت کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ کے تناظر میں امن کی طرف بات دھکیلی جائے، اگر اس سے بات نہ بن سکی تو پھر جنگ آخری آپشن ہوگا ہے۔

### ۱۰۔ سرکاری خزانے کا صحیح مصرف میں استعمال

ریاست مدینہ کا یہ تصور تھا کہ سرکاری خزانے کا صحیح استعمال ہو، کوئی گورنر یا وزیر و مشیر سرکاری خزانے سے اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہیں کر سکے گا، اور نہ ہی موجودہ حکومتوں کی طرح وزراء اپنے لئے دو سو فیصد تنخواہیں بڑھا سکیں گے، بلکہ آپ ﷺ ان کے لئے ماہانہ وظائف ان کے اخراجات کے مطابق لگا لیتے تھے، ریاست مدینہ کے عمال میں سے شادی شدہ کے لئے دو حصے اور غیر شادی شدہ کے لئے ایک حصہ بیت المال سے دیا جاتا تھا۔[28] اس کے علاوہ ان کے دیگر بنیادی ضرویات کا لحاظ رکھا جاتا تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے:

«من ولي لنا عملا وليس له منزل فليتّخذ منزلا ، أو ليس له زوجة فليتزوج ، أو ليس له دابة فليتخذ دابة»[۲۹]

"جس کو ہماری طرف سے کوئی عہدہ سونپ دیا گیا اور اس کا گھر نہ ہو تو اس کے لئے گھر بنا دیا جائے، جس کی بیوی نہ ہو اس کے لئے شادی کی جائے، یا جس کی سواری نہ ہو اس کو سواری فراہم کی جائے۔"

اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ وزراء، اراکانِ پارلیمنٹ یادیگر ریاستی ملازمین کو اگر بنیادی ضروریات فراہم نہ ہوں تو حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو بنیادی ضروریات فراہم کرلیں، لیکن بنیادی ضروریات کے علاوہ دیگر غیر ضروری امور اور زیبائش وآرائش کے لئے سرکاری خزانہ خرچ کرنامناسب نہیں ہے۔آج کل سیر وسیاحت کے لئے وزراء سرکاری خزانے کو داؤ پر لگاتے ہیں، حج وعمرہ کے لئے ایک وزیر خصوصی پیکج میں کئی لوگوں کو ساتھ لے جاتے ہیں حالانکہ یہ اسلامی اور فلاحی ریاست کا تصور نہیں ہے، حج کیا ہجرت کے لئے بھی نبی کریم ﷺ نے اپنامال خرچ کیا، جیسا کہ روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ہجرت کے وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی اونٹنی پیش کی، آپ ﷺ نے اسے بغیر قیمت کے قبول کرنے سے انکار کیااور اس کو قیمتاً خرید کر اس پر ہجرت کا مبارک سفر شروع کیا، اکثر سیرت نگاروں نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ابن ہشام لکھتے ہیں:

أن أبا بكر اشترى راحلتين قويتين من ماله؛ لاستخدامهما في هجرة الرسول صلّى الله عليه وسلم[30] قال أبو بكر للنبي صلى الله عليه وسلم بأبي أنت يا رسول الله،خذ إحدى راحلتي هاتين. وقرب إليه أفضلهما. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بالثمن.[31]

"ابو بکر صدیقؓ نے اپنے مال سے دو اونٹنیاں ہجرت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کے لئے خریدی، ابو بکرؓ نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، ان دو سواریوں میں سے ایک لے لو، چنانچہ آپ نے ان میں سے بہتر سواری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (مفت نہیں) پیسوں پر لوں گا۔"

اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ریاست میں جو وزراء اور ارکان پارلیمنٹ سرکاری خزانے سے حج وعمرہ کرتے نہیں تھکتے، اسلامی ریاست میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس حوالے سے سرکاری خزانے سے حج پر پابندی ایک احسن اقدام ہے۔اس طرح بیرونی دوروں اور عیاشیوں پر بھی بے دریغ پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں فلاحی ریاست کا تصور یہ ہے کہ کوئی بھی وزیر یا مشیر سرکاری خزانے سے نہ حج وعمرہ نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کو عیاشی میں خرچ کرے گا۔

**۱۱۔ عبادت گاہوں کی تعمیر اور اقامتِ الصلوۃ کا اہتمام**

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی یہ خصوصیت تھی کی نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے بعد سب سے پہلے مسجد بنائی جس سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ اسلامی ریاست میں مسجد کی کس قدر زیادہ ضرورت ہے، اور اس قسم کے تعمیری کاموں میں حکمرانوں کا بذاتِ خود شامل ہونا فلاحی ریاست کے حکمرانی کا تصور ہے، مسجد قباء یا مسجد نبوی کی تعمیر میں نبی کریم ﷺ نے خود ذاتی طور پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ حصہ لیا، چنانچہ ایک صحابیؓ نے اس موقع پر دیگر صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

لئن قعدنا والنبي يعمل لذاك منا العمل المضلل[32]

"اگر ہم (مسجد کے اس) کام سے بیٹھ گئے اور نبی کریم ﷺ کام کرتے رہتے ہیں تو یہ عمل ہمارے لئے انتہائی خطرناک ہوگا۔"

نبی کریم ﷺ ریاست مدینہ کے بادشاہ اور حکمران ہونے کے باوجود خود مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کی تعمیر میں حکمران ان وقت یا ان کے نائبین کو خود حصہ لینا چاہئے، اس طرح جو مساجد بنتے ہیں اس کے لئے فنڈنگ کا بندوبست کرنا یا اس میں حصہ ڈالنا حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صرف یہی ایک مسجد نہیں بنائی بلکہ ریاست کے اطراف واکناف میں جہاں بھی مسجد کی ضرورت تھی تو وہ تعمیر کئے، ایک سیرت نگار اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

و اقام المسجد في بقية أجزاء الدولة بنفس هذا الدور[۳۳]

"اور ریاست کے دیگر حصوں میں بھی اس دور میں مساجد کا قیام عمل میں لایا گیا۔"

آج اسلامی اور فلاحی ریاست کے دعوے کے باوجود مسجد کی تعمیر عوام کی ذمہ داری ہے، نہ گورنمنٹ سے اس کے لئے کوئی فنڈنگ ہے اور نہ سرپرستی، اس لئے اس حوالے سے عالم اسلام کی حکومتوں کو قانون سازی کرنے کی ضرورت ہے، کہ وہ مسجد کی تعمیر میں کچھ نہ کچھ حصہ ڈالیں، اور جس طرح ایک سرکاری ادارے کے بجلی کا بل اور گیس کا بل حکومت ادا کرتی ہے اس طرح مساجد کے بجلی اور گیس کو فری کیا جانا چاہئے۔ اس سے اسلامی و فلاحی ریاست کا تصور واضح ہو جائے گا۔

مساجد کی تعمیر کے بعد نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ میں اقامت الصلوۃ کا اہتمام فرمایا، ہر بندہ نماز باجماعت کے لئے حاضر ہوتا، نماز کے وقت بازار بند ہوتی، ملکی انتظامات کے ادارے سب کاموں کو چھوڑ کر جماعت کا اہتمام کرتی تھی، قرآن کریم نے بھی اسلامی ریاست کا یہی تصور ان الفاظ میں بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[۳۴]

(یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین کی حکومت دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں، اور نیکی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں۔)

ریاست مدینہ کے تناظر میں ایک فلاحی مملکت کا یہ تصور ہوگا کہ وہاں نماز باجماعت کا اہتمام کیا جائے گا، چاہے وہ پارلیمنٹ میں ہو یا عدالت میں، تعلیمی اداروں میں ہو یا دیگر سرکاری اداروں میں، بازار ہو یا تفریح گاہ، ہر مقام پر اقامت الصلوۃ کا اہتمام کرانا ریاست مدینہ کا تصور ہے، لیکن اب عملی طور پر اس کا اطلاق پاکستان میں نہیں ہوا ہے جو ملک "لا الہ الا اللہ" کے نام پر آزاد ہوا ہے اس میں مساجد کی تعمیر اب بھی عوام کے ذمے ہے اور اقامت صلوۃ کی کوئی قوانین نافذ نہیں ہے۔ ریاست مدینہ میں اس تصور کو عملی طور پر لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔ نماز کی اس سے زیادہ اہمیت اور کیا ہوگی کہ نبی

کریم ﷺ نے مرض الموت میں بھی اس اہم ذمہ داری میں کسی قسم کی کوتاہی کو برداشت نہیں کیا اور لوگوں سے نماز باجماعت کے اس عظیم عمل کی تکمیل کے لئے فرمایا:

«مروا أبا بكر فليصلّ بالناس»[35]

"ابو بکر کو حکم کو بتائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

**۱۲۔ زکوۃ اور ٹیکسیشن کمیٹی کا قیام اور اس کا صحیح استعمال**

رعیت سے زکوۃ کی صحیح ادائیگی کرانا فلاحی ریاست کا بنیادی تصور ہے جس کی تصریح خود قرآن کریم نے مذکورہ آیت میں کی ہے، زکوۃ کا فلسفہ یہ ہے کہ معاشرے میں مال تقسیم ہو کر ہمدردی اور خوشحالی کی فضاء پیدا ہو جائے، زکوۃ کے اس مقصد اور فلسفے کا اظہار کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم»[36].

"ان کے مالداروں سے لیا جاتا ہے اور ان کے فقراء کو دیا جاتا ہے۔"

ریاست مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے صدقات کے حصول کے لئے ایک کمیٹی تشکیل کی، جو ریاست کے مختلف اطراف میں مسلمانوں سے زکوۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرتے تھے، چنانچہ اس کمیٹی کے مختلف عمال کی تقرری کے بارے میں سیرت نگار لکھتے ہیں:

ذكرت لنا المصادر عددا كبيرا من «عمال الصدقات» الذين بعثهم النبي صلّى الله عليه وسلم إلى الجهات المختلفة من الدولة ، فبعث المهاجر بن أبي أمية (ت ١٢ هـ) إلى صنعاء،[37] وزياد ابن لبيد الأنصاري (ت ٤١ هـ) إلى حضرموت،[38] وعدي بن حاتم (ت ٦٧ هـ) إلى قبيلة طيّئ،[39] وعمرو بن العاص (ت ٤٣ هـ) إلى عمان حيث تقطن قبيلة أزد[40]، وخالد بن سعيد (ت ١٤ هـ) إلى مراد ومذحج،[41] وعلي بن أبي طالب (ت ٣٩ هـ) إلى نجران على الصدقات والجزية [42] ومعاذ بن جبل (ت ١٩ هـ) إلى اليمن على الصدقات والجزية [43] وعمرو بن حزم (ت ٥١ هـ) إلى نجران على الصدقات والأخماس[44] والعلاء بن الحضرمي (ت ١٤ هـ) إلى البحرين على الصدقات والجزية [45]

"مصادر نے ان عمال کی ایک کثیر تعداد ذکر کی ہے جو زکوۃ کے لئے رسول اللہ ﷺ ان کو ریاست کے مختلف اطراف میں بھیجتے تھے، مہاجر ابن ابی امیہؓ کو صنعاء، زیاد بن لبید انصاری کو حضرموت، عدیؓ بن حاتم کو قبیلہ طی، عمرو بن العاصؓ کو عمان، خالد بن سعیدؓ کو مراد و مذحج، علی بن ابی طالبؓ کو نجران، معاذ بن جبلؓ کو یمن، عمرو بن حزمؓ کو نجران علاء بن الحضرمیؓ کو بحرین زکوۃ اور جزیہ جمع کرنے کے لئے بھیجا۔"

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زکوۃ کے لئے جو کمیٹی بنائی اس کے لئے اہل لوگوں کا تعین کیا، جب کہ آج کل اسلامی حکومتوں میں زکوۃ کمیٹی کے ارکان اکثر وبیشتر صاحب اقتدار لوگوں کے قربتدار یا پارٹی ورکرز ہوا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے زکوۃ کی صحیح تقسیم نہیں ہوتی ہے۔ آج بھی یہی تصور ہے اور مقالہ نگار نے خود موجودہ کمیٹی کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے جس میں تمام پارٹی ورکرز ہیں۔ اس کے علاوہ آج ٹیکس کے وصول میں دھوکہ دہی کی جاتی ہے، جو لوگ کارخانہ دار ہیں، یا جن لوگوں کے آبشور کمپنیوں میں شئیرز ہیں، وہ اکثر اوقات سیاست دان بھی ہوا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان سے کوئی ٹیکس کے بارے میں پوچھ نہیں سکتا، اس طرح بعض سرمایہ دار لوگ ایکسائز اور ٹیکسیشن کے آفیسرز کو رشوت دے کر کاغذی کاروائی درست کراتے ہیں، اس لئے ریاست مدینہ کے تناظر میں ٹیکس کے نظام کو صاف اور شفاف کرنے کی ضرورت ہے، اور قانون کے مطابق وزیر اور امیر کے تفریق کئے بغیر سرمایہ دار سے ٹیکس سے وصول کرنا چاہیئے۔

اس طرح زکوۃ کے حوالے سے جو کوتاہیاں ہیں، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے، اسلامی ممالک میں بعض لوگ زکوۃ سے بچنے کے لئے مال کو چھپا کر مختلف قسم کے حیلے بہانوں سے جان چڑاتے ہیں، حالانکہ زکوۃ نہ دینا بڑی گناہ ہے، نبی کریم ﷺ نے مال چھپانے سے منع فرمایا ہے:

«إن حقّا على الناس إذا قدم عليهم المصدق أن يرحبوا به ويخبروه بأموالهم كلها ، ولا يخفوا عنه شيئا » [۴۶]

"لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جب ان کے پاس زکوۃ وصول کرنے والا آجائے، تو وہ ان کو خوش آمدید کہے اور اس کو اپنی تمام مال کا خبر دے، اور اس سے کسی چیز کو نہ چھپائے۔"

**۱۱۔ فلاحی معاشرے کا قیام**

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں فلاحی معاشرے کا قیام عمل میں لایا، چنانچہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی، جس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوئی، ایک دوسرے کے غم درد میں شریک ہوئے، اور ایک دوسرے کے ساتھ نہ صرف تعاون وتناصر کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ اپنے اوپر دوسرے بھائی کو ترجیح دی۔ یہ عمل ریاست کے لئے بہت ضروری ہے، چنانچہ ابن اسحاق لکھتے ہیں:

و اخى رسول الله صلّى الله عليه وسلم بين أصحابه من المهاجرين والأنصار، فقال : «تاخوا في الله أخوين أخوين»، ثم أخذ بيد علي بن أبي طالب فقال : «هذا أخي» ، وهكذا تاخى الصحابة اثنين اثنين»[47]

رسول اللہ ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لئے دو دو بھائی جائیں، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ میرا بھائی ہے، اس طرح آپ ﷺ نے دو دو صحابہ کرامؓ کے درمیان مواخات قائم کی۔

جس طرح نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے درمیان مواخات قائم کی اس طرح ملک کے مختلف شہریوں کے درمیان اخوت اسلامی اور بھائی چارے کی فضاء پیدا کرنا فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے، اس طرح اس مقصد کو آگے بڑھاتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر مختلف اسلامی ممالک کے درمیان بھائی چارے اور اتحاد و اتفاق ہونا چاہئے، تاکہ وہ عالم کفر کے سامنے ایک پلیٹ فارم سے آواز اٹھائیں۔ افسوس کہ آج اسلامی ممالک آپس میں اتحاد کے بجائے عالم کفر سے اتحاد کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں۔ اتحاد کے اس تصور کو مد نظر رکھتے ہوئے معاصر عرب محقق احمد عجاج لکھتے ہیں:

> وهكذا كانت المؤاخاة خطوة مهمة في توحيد المجتمع الجديد تضاف إلى ما سبقها من خطوات، وكان النبي صلّى الله عليه وسلم قد فكر جديّا بنظام يحل محل نظام «الأحلاف» الذي كان سائدا في الجاهلية فوضع نظام المؤاخاة بديلا عن ذلك.[٤٨]
>
> نئے معاشرے کی یکجہتی اور اتحاد کے لئے مواخات (کا یہ عمل) اہم اقدام ہے، جس کی نسبت اس سے قبل اقدامات کی طرف کی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ نے (مؤاخات) کے نئے فکری نظام کو جاہلیت کے نظامِ احلاف کے مقابلے میں پیش کیا۔"

## ۱۲۔ ریاست مدینہ اور بہترین اقتصادی حکمت عملی

فلاحی ریاست کا معاشی نظام مضبوط ہوگا، جس ریاست کی معیشت مضبوط ہو اس کو بہت کم مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کو مضبوط کرنے کے لئے معاشی حکمت عملی وضع کی۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ آئے تو پہلے اقتصادی نظام کے لئے مؤثر حکمتِ عملی اختیار کی، مدینہ منورہ کی تجارت اور بازاروں پر یہود کا قبضہ تھا، اس طرح انھوں نے مدینہ منورہ کی ریاست کے اندر ایک معاشی تسلط قائم کیا تھا، جن بازاروں پر ان کا قبضہ تھا ان میں مشہور سوق بنی قینقاع تھا، یہ مدینہ منورہ کا مرکزی بازار تھا۔ انصار خرید و فروخت یہاں کرتے تھے، اس صورت حال میں تمام مسلمان ان کے محتاج تھے، نبی کریم ﷺ نے جب اس کا مشاہدہ کیا تو اس کے متبادل نظام متعارف کرنے کے لئے کوشش کی۔[49] آپ ﷺ نے ان بازاروں کے متبادل مدینہ منورہ میں دیگر مقامات پر بازار لگائے،[50] ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آئے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

> إني رأيت موضعا للسوق أفلا تنظر إليه؟. قال : بلى ، فقام معه حتى جاء موضع السوق ، فلما راه أعجبه وركض برجليه ، وقال : «نعم سوقكم هذا فلا ينتقض ولا يضربن عليه خراج »[٥١]

"میں نے بازار کے لئے ایک جگہ دیکھی ہے کیا آپ اس کو دیکھنا پسند فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، تو آپ کے ساتھ اٹھ گئے یہاں تک کہ بازار کی جگہ آئے، جب آپ ﷺ کو پسند آیا تو پاؤں رگڑا اور فرمایا: ہاں یہ آپ کا بازار ہے، اس میں آپ پر نہ کسی قسم کی پابندی ہو گی اور نہ ہی آپ پر کوئی ٹیکس ہو گا۔"

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ابتداءً "نبک بازار" گئے اور اس کا مشاہدہ کیا، تو فرمایا کہ یہ آپ کا بازار نہیں ہے، پھر اس کے بعد اس بازار کو آئے اور اس کا مشاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

«هذا سوقكم»۔ [۵۲]

"یہ آپ (کے لئے مناسب) بازار ہے۔"

اس سے نبی کریم ﷺ کی معاشی حکمت عملی کا اندازہ ہوتا ہے، آپ ﷺ کی اس معاشی پالیسی کی وجہ سے یہود کا اقتصادی نظام تباہ ہو گیا اور مسلمان بازاروں اور کاروباروں پر چھا گئے۔[53] آج عالمی سطح پر تجارتی منڈیوں پر کفری طاقتوں کا قبضہ ہے، ورلڈ بینک ان کے تسلط میں ہے، جس کی وجہ سے پاکستان سمیت مسلم ممالک ہر وقت ان کے محتاج رہتے ہیں، حالانکہ مسلم ممالک کے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کے وسائل استعماری قوتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس لئے ریاست مدینہ کے تناظر میں مسلم ممالک کے لئے کوئی بامعنٰی معاشی پالیسی ہونی چاہئے، جس کی وجہ سے عالم اسلام کے معاشی نظام سے کفری طاقتوں کے تسلط کا ختم ہو جائے اور مسلمان اس باب میں خود مختار بن جائے۔

**۱۳۔ سودی نظام کا روک تھام**

ریاست مدینہ نے سودی نظام کا قلع قمع کیا، اور سود کو تباہی اور بربادی کا سبب قرار دیا ہے، جو ملک ورلڈ بینک سے قرض لیتا ہے، اس کا تصور فلاحی نہیں ہو سکتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کے چلانے کے لئے کسی وقت بھی سود پر پیسے نہیں لئے اور نہ ہی کسی رعیت کو سود پر کاروبار کرنے کی اجازت دی، بلکہ ریاست مدینہ نے تو سود خوروں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا، اس حوالے سے ریاست مدینہ کی پالیسی کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ [۵۴]

(اور اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے)

آج پاکستان فلاحی ریاست کا دعوی تو کرتی ہیں تاہم ورلڈ بینک سے ان کے سارے معاملات سودی ہیں، اس کے علاوہ ملک کے سرکاری بینکوں کا نظام سودی ہے، عوام کے درمیان مختلف ناموں سے سودی کاروباروں کا سلسلہ رواں دواں ہے، آخر الذکر مرحلے کے لئے کسی حد تک قانون سازی کی گئی تاہم بینکوں کے سسٹم پر اور ورلڈ بینک کے ساتھ تعلقات کو ریاست مدینہ کے تناظر میں درست کرنے کی ضرورت ہے۔

### ۱۴۔ تعلیم نسواں کا اہتمام

ریاست مدینہ کے تصور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ریاست میں تعلیم نسواں کا اہتمام ہونا چاہئے، جس طرح بیٹے کا والدین پر یہ حق ہے کہ وہ اسے تعلیم دلائے، اسی طرح بیٹی کا بھی یہ بنیادی حق ہے کہ اسے زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات اور بنات طیبات کو علم وادب سے آراستہ کر کے امت کو عملی نمونہ پیش کیا۔ حضرت عائشہؓ جن کو خلفاء راشدین رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ریاست مدینہ میں علم کا منبع تصور کیا جاتا تھا، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ مختلف مسائل کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ان کے شاگرد حضرت عروۃ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة [55]

"فقہ، طب، اور شعر میں میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا ہے۔"

ریاست مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے خواتین کی تعلیم کا اہتمام کیا، اور ان کو باقاعدہ خصوصی طور پر درس دیا، جس سے یہ واضح ہوا کہ فلاحی ریاست میں خواتین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوگا، سیرت نگاروں نے احادیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

لقد تجاوز اهتمام الدولة بالتعليم الرجال إلى النساء ، فكان النبي صلّى الله عليه وسلم يقوم بنفسه بتعليم النساء ، وبلغ من حرصهن على العلم أنهن قلن للنبي صلّى الله عليه وسلم : «غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوما من نفسك ، فوعدهن يوما لقيهن فيه فوعظهن وأمرهن» [56]

"مردوں کی تعلیم کے علاوہ ریاست مدینہ نے خواتین کی تعلیم کا اہتمام کیا، نبی کریم ﷺ بذات خود خواتین کی تعلیم میں حصہ لیتے تھے، جب ان کو ان کی علمی حرص کا اندازہ ہوا، جو آپ ﷺ سے بولتی تھیں: مردوں نے ہم پر غلبہ کیا، ہمیں اپنے طرف سے ایک دن مقرر کریں، تو آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک مقرر کرنے کا وعدہ کیا، جس میں ان کو وعظ و نصیحت کی جائے گی۔"

آج بھی پاکستان سمیت دیگر اسلامی ریاستوں میں خواتین کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا ہے تاہم جو نہج ریاست مدینہ میں تھا اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے، ریاست مدینہ میں مخلوط نظامِ تعلیم کا کوئی تصور نہیں تھا، آج مخلوط تعلیم کی وجہ سے فحاشی وعریانی کا ایک سیلاب برپا ہے، گویا اس نظام میں اگرچہ خواتین تعلیم حاصل کر سکتی ہے تاہم ان کے حقوق کی استحصالی ہو جاتی ہے، اس لئے ایسی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے قیام کی ضرورت ہے جہاں صرف خواتین تعلیم حاصل کر سکیں۔

## ۱۵۔ جدید فنون وصنعت کاری کی ترویج

اسلامی ریاست کا تصور یہ ہے کہ وہ روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی ترقی یافتہ ہو، ریاست مدینہ کے وقت جدید سائنسی ترقی جو اس دور کے ساتھ مناسب تھی، نبی کریم ﷺ نے اس میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور صحابہ کرامؓ نے اس میں عملاً حصہ لیا ہے، اسلحہ سازی ایک قسم کی سائنس اور ٹیکنالوجی ہے، اس دور میں بھی بڑے بڑے سائنسدان ایٹم بم اور میزائل کی شکل میں اسلحہ بنا رہے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ میں اسلحہ سازی کی ترغیب دی اور اس کی بڑی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«إن الله يدخل الثلاثة بالسهم الواحد الجنة ، صانعه يحتسب في صنعه الخير ، والممد به ، والرامي به»[۵۷]

"اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین بندوں کو جنت میں داخل کرے گا، اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں ثواب کی نیت رکھتا ہو، اس کا مدد کرنے والا اور اس کے ذریعے مارنے والا۔"

مدینہ منورہ اسلام سے قبل بھی فنون کا مرکز رہا ہے، لیکن اسلام کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے ضروری عصری علوم ومہارتوں کو سیکھنے کی ترغیب دی، عرب سیرت نگار عمر بن شبہ لکھتے ہیں:

اشتهرت يثرب قبل الإسلام بزراعتها وصناعتها ، وبعد الهجرة قامت حركة عمرانية واسعة، ولعل من أولى أمور الصناعة التي اهتم بها المسلمون «صناعة البناء» إذ احتاج المهاجرون إلى مساكن يسكنونها في المدينة [58] وأشارت الروايات إلى نوع اخر من البناء وهو بناء الخنادق ، ولم يكن العرب يعرفون الخندق كخط دفاعي عن القرى والمدن إلا في زمن النبي صلّى الله عليه وسلم.[۵۹]

" اسلام سے پہلے بھی یثرب زراعت اور صناعت کے بارے میں شہرت رکھتی تھی، اور ہجرت کے بعد وسیع پیمانے پر ترقی اور تعمیری کارنامے انجام دیئے جانے لگے۔ صناعت کے ابتدائی امور جن کا مسلمانوں نے اہتمام کیا وہ آبادیوں کی تعمیر ہے، کیونکہ مہاجرین گھروں کے محتاج تھے جس میں وہ مدینہ میں رہتے تھے، اس طرح روایات سے ایک اور قسم کی آبادی کا اشارہ بھی ملتا ہے، جو کو خندقوں کی آبادی کہا جاتا ہے، اور عرب نبی کریم ﷺ کے زمانے سے پہلے دفاعی میدان میں خندق نہیں جانتے تھے۔

اسلحہ سازی اور جدید ٹیکنالوجی میں پاکستان کی خدمات حوصلہ افزا ہیں، اس خطے کے سائنسدانوں نے اس میدان میں اپنا لوہا منوایا ہے، آج پاکستان ایٹمی پاور ہے اور دنیا کے ایٹمی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی تسلسل کو برقرار رکھنا چاہیے، سائنس اور ٹیکنالوجی کو ترویج دینے کی ضرورت ہے تاکہ پاکستانی قوم دنیا کے ساتھ اس مقابلے میں شریک ہو کر ریاست مدینہ کے اس تصور کو قائم رکھے۔

# حوالہ جات وحواشی

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور (بیکن ہاوس لاہور، ۲۰۱۲) ص ۲۱۱

[2] اِحمد عجاج کرمی، الإدارة فی عصر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (القاہرة، دار السلام، ۱۴۲۷ھ) ص ۷۶

[3] السمہودی، علی بن عبد اللہ، نور الدین ابو الحسن، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ (دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۹) ج ۱ ص ۵۱۸

[4] عمر بن شبة، تاریخ المدینة، (بیروت، دار الغرب الإسلامی، الطبعة: الأولی، ۱۹۹۷م) ج ۱، ص ۲۴۶

[5] إبو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، (بیروت، دار صادر، ط: الأولی، ۱۹۶۸م) ج ۱، ص ۲۵۵

[6] السمہودی، علی بن عبد اللہ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ (دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۹) ج ۱، ص ۳۲۱

[7] إبو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، (بیروت، دار صادر، ط: الأولی، ۱۹۶۸م) ج ۱، ص ۲۲۰

[8] الکتانی، کتاب التراتیب الإداریة والعمالات والصناعات والحالة العلمیة التی کانت علی عہد تأسیس المدینة الإسلامیة فی المدینة المنورة = نظام الحکومة النبویة" (بیروت، دار إحیاء التراث العربی، د. ت.) ج، ص ۴۸

[9] انظر، البلاذری، إحمد بن یحییٰ بن جابر، إنساب الأشراف، ت: محمد حمید اللہ الحیدر ابادی (القاہرة، دار المعارف، د. ت) ج ۱، ص ۵۲۸

[10] النووی، إبوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، شرح صحیح مسلم (بیروت، دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۴ھ) ج ۴، ص ۸۲

[11] البلاذری، إحمد بن یحییٰ بن جابر، إنساب الأشراف، (القاہرة، دار المعارف، د. ت) ج ۱، ص ۵۲۶

[12] ابن عبد البر، إبو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ت: علی محمد البجاوی (القاہرة، مکتبة النہضة) ج ۴، ص ۱۷۵۲

[13] السمہودی، علی بن عبد اللہ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ (دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۹) ج ۱، ص ۵۴۶

[14] صحیح البخاری، بَابُ حُکْمِ المُرْتَدِّ وَالمُرْتَدَّةِ، رقم الحدیث: ۶۹۲۳

[15] عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری (بیروت، دار الکتاب، ۲۰۰۵ء) ج ۲۰، ص ۱۶۷

[16] کرد علی، محمد، الإدارة الإسلامیة فی عز العرب (القاہرة، مطبعة مصر، ۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۴م) ص ۱۳

[17] الألبانی، محمد ناصر الدین، سلسلة الأحادیث الصحیحة، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (دمشق، المکتب الإسلامی ۱۹۷۲م) ج ۶، ص ۲۹۵

[18] الألبانی، محمد ناصر الدین، سلسلة الأحادیث الصحیحة، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، ج ۶، ص ۲۹۵

[19] الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد، الأحکام السلطانیة (القاہرة، دار الحدیث) ۳۲۷

[20] حسن إبو ذکمیة، التنظیم الإداری فی الفکر الإسلامی (جامعة الملک عبد العزیز، ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱م) ص ۶۷

[21] ابن إسحاق، محمد بن إسحاق بن یسار. سیرة ابن إسحاق، تحقیق: محمد حمید اللّٰہ الحیدر ابادی، (قونیة، ترکیا، د. ن، (۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱م). ج ۲، ص ۲۲۴

[22] کرد علی، محمد، الإدارة الإسلامیة فی عز العرب (القاہرة، مطبعة مصر، ۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۴م) ۴۵، ۴۶

[23] فرج، محمد الہونی، النظم الإداریة والمالیة فی الدولة العربیة الإسلامیة منذ قیام دولة الرسول بالمدینة حتی نہایة الدولة الأمویة، (بیروت، دار الکتاب ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۶م) ۲۴

[۲۴] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ، رقم الحدیث: ۳۵۹۵

[۲۵] صحیح بخاری، کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء، رقم الحدیث: ۴۲۵۱

[۲۶] الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ (القاہرۃ، المطبعۃ الأزہریۃ المصریۃ، ۱۳۲۸ھ) ۱۹۷/۲

[۲۷] صحیح البخاری، بَابُ الشُّرُوطِ فِی الجِہَادِ وَالمُصَالَحَۃِ مَعَ أَہْلِ الحَرْبِ وَکِتَابَۃِ الشُّرُوطِ، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

[۲۸] ابن حنبل، إحمد بن محمد، المسند (بیروت، دار صادر والمکتب الإسلامی، د. ت) ج۶، ص۲۵

[۲۹] إبو عبید، القاسم بن سلام، الأموال، ت: محمد خلیل ہراس، (القاہرۃ، مکتبۃ الکلیات الأزہریۃ، ۱۹۶۸م) ۳۷۷

[۳۰] إبو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، (بیروت، دار صادر، ط: الأولی، ۱۹۶۸م) ج۱، ص۲۲۸

[۳۱] المبارکفوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم (بیروت، دار الھلال، س ن) ۱۵۱

[۳۲] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۵۵م) ج۱، ص۴۹۶

[۳۳] کرد علی، محمد، الإدارۃ الإسلامیۃ فی عز العرب (القاہرۃ، مطبعۃ مصر، ۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۴م) ۴۶

[۳۴] الحج، ۲۲: ۴۱

[۳۵] صحیح البخاری، بَابٌ: حَدُّ المَرِیضِ أَنْ یَشْہَدَ الجَمَاعَۃَ، رقم الحدیث: ۶۶۴

[۳۶] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، باب الصدقۃ علی موالی إزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۱۴۹۶

[۳۷] الطبری، تاریخ (بیروت، دار التراث الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۳۸۷ھ-) ۳۰۱/۳

[۳۸] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۵۵م) ج۲، ص۶۰۰

[۳۹] إبو عبد اللہ محمد بن سعد (م: ۲۳۰ھ-)، الطبقات الکبری، (بیروت، دار صادر، ط: الأولی، ۱۹۶۸م) ج۱، ص۳۲۲

[۴۰] ابن الأثیر، إبو الحسن علی بن محمد، الکامل فی التاریخ (بیروت، دار صادر، ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۲م) ج۲، ص۳۰۱

[۴۱] البلاذری، إحمد بن یحیٰی بن جابر، إنساب الأشراف، (القاہرۃ، دار المعارف، د. ت) ج۱، ص۵۳۱

[۴۲] الطبری، تاریخ (بیروت، دار التراث الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۳۸۷ھ-) ج۳، ص۱۴۷

[۴۳] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۹۵۵م) ج۲، ص۶۰۰

[۴۴] البلاذری، إحمد بن یحیٰی بن جابر، فتوح البلدان (دار النشر للجامعیین، ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۷م) ۹۵

[۴۵] إحمد عجاج کرمی، الإدارۃ فی عصر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (القاہرۃ، دار السلام، ۱۴۲۷ھ) ۱۶۰

[۴۶] إبو عبید، القاسم بن سلام، الأموال، تحقیق: محمد خلیل ہراس، (القاہرۃ، مکتبۃ الکلیات الأزہریۃ، ۱۹۶۸م) ص۵۵۸

[۴۷] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۹۵۵م) ج۱، ص۵۰۴

[۴۸] إحمد عجاج کرمی، الإدارۃ فی عصر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (القاہرۃ، دار السلام، ۱۴۲۷ھ) ص۱۲۰

[۴۹] السمہودی، علی بن عبد اللہ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹) ج۱، ص۵۳۹

[۵۰] إحمد محمد، الجانب السیاسی فی حیاۃ الرسول (ط۱) الکویت، دار القلم، (۱۴۰۲ھ) ص۶۹

[۵۱] المعجم الکبیر، باب الزبیر بن اِبی اِسید عن اِبیہ، رقم الحدیث : ۵۶۸ (الموصل، مکتبۃ العلوم والحکم، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۸۳) ج ۱۹، ص ۲۶۴
[۵۲] الکتانی، التراتیب الاِداریۃ، ج ۲، ص ۱۶۳
[۵۳] اِحمد عجاج کرمی، الاِدارۃ فی عصر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (القاہرۃ، دار السلام، ۱۴۲۷ھ) ۸۰
[۵۴] البقرۃ، ۲: ۲۷۵
[۵۵] اِسد الغابۃ، اِبوالحسن علی بن اِبی الکرم، عزالدین ابن الاَثیر (دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۴م) ج ۷، ص ۱۷۶
[۵۶] صحیح البخاری، بَابٌ: ہَلْ یُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ یَوْمٌ عَلَى حِدَةٍ فِي العِلْمِ؟، رقم الحدیث : ۱۰۱
[۵۷] الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن السمرقندی، سنن الدارمی (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، د. ت) ج ۲، ص ۲۰۵
[۵۸] عمر بن شبۃ، تاریخ المدنیۃ (بیروت، دار الغرب الاِسلامی، الطبعۃ: الاَولی، ۱۹۹۷م) ج ۱، ص ۲۴۶
[۵۹] اِحمد عجاج کرمی، الاِدارۃ فی عصر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (القاہرۃ، دار السلام، ۱۴۲۷ھ) ۱۲۰